از مولانا قاضی محمد رئیس خان ایوبی

# سزائے موت کے وقت ورثاء کی موجودگی

سعودی عرب اور یمن سے سوا باقی تمام ممالک میں سوائے مقدمات بغاوت کے دیگر تمام ایسے مقدمات جن میں مجرم / مجرموں کو قصاص میں سزائے موت سنائی گئی ہو۔ رات کے پچھلے پہر تختہ دار پر لٹکایا جاتا ہے۔ سزائے موت پر عمل درآمد کے وقت صرف مجسٹریٹ، پولیس کے اہل کار، جیل کا عملہ، ڈاکٹر موجود ہوتے ہیں اور مقتول کے ورثاء میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ لارڈ میکالے کا ایجاد کردہ ہے اور شریعت سے متصادم ہے، کیوں کہ اس طرح مجرم کے اس ہولناک انجام کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھا جاتا ہے اور قصاص لینے سے شریعت کا جو حقیقی مقصد ہے وہ رات کی تاریکی میں سزا پر عمل درآمد سے حاصل نہیں ہوتا۔ سنت تو یہی ہے کہ قصاص تلوار سے ہو، لیکن اگر سر دست بعض انتظامی وجوہ کی بناء پر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو پھانسی کی بدعت کو گوارا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وارثوں کی موجودگی ضروری ہے۔

امام کاسانی فرماتے ہیں:۔

”یجب حضور المستحقین عند استیفاء القصاص ولا یکفی ان یحضر وکیل عنهم بل یجب حضور الموکل بنفسه ولا یجوز للوکیل استیفاء القصاص مع غیبة الموکل او الموکلین لاحتمال ان الغائب قد عفا ولان فی اشتراط حضور الموکل رجاء العفو منه عن معاینة حلول العاقبة بالقاتل“ (۱)

ترجمہ:۔ جو لوگ قصاص لینے کا شرعی حق رکھتے ہیں قصاص کی سزا نافذ کرتے وقت اُن کا حاضر ہونا واجب ہے، اُن کی طرف سے اُن کے وکیل کی حاضری

(۱) بدائع الصنائع للکاسانی ۷/ ۲۴۳، بیروت، عالم الکتب۔

کافی نہیں۔ بلکہ موکل (وکیل مقرر کرنے والے) بنفس نفیس حاضر ہونا ضروری ہے وکیل وارثوں کی عدم موجودگی میں قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ جو وارث قصاص غائب ہوں انہوں نے مجرم کو معاف کر دیا ہو۔ نیز وارثوں کی موجودگی بوقت قصاص اس لیے بھی ضروری ہے کہ شاید وہ قاتل کے دردناک انجام کو دیکھ کر ترس کھا جائیں اور معاف کر دیں۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قصاصاً سزائے موت پر عملدرآمد کے وقت مقتول کے وارثوں کی حاضری ضروری قرار دی جائے اس سے مجرم کو بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ تلوار کی چمک (اگر قصاص تلوار سے لیا جائے اور یہی شرعی طریقہ ہے) یا پھانسی کے پھندے کی طرف مجرم کی روانگی اور منظر کی ہولناکی، جلاد کا رسہ کھینچنا اور کالے نقاب کے دل دوز مناظر دیکھ کر مقتول کے وارثوں کے دل میں رحم کی کوئی کرن چمک جائے۔ اور کوئی ایک وارث بول اٹھے کہ ہم نے پھندے تک پہنچانا تھا، سو ہمیں انصاف مل گیا اب ہم اسے خدا کے لیے معاف کرتے ہیں، اس طرح اگر متعدد ورثاء میں سے صرف ایک آواز بھی مجرم کی جان بخشی کے لیے بلند ہو گئی تو مجرم پھندے سے بچ جائے گا۔ اور خود مقتول کے وارثوں کی بھی عزت ہو گی۔ یہی طریقہ کار سعودی عرب میں رائج ہے غالباً ۱۹۸۳ء کا واقعہ ہے راقم الحروف ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں زیر تعلیم تھا اور غالباً میرے دیگر پاکستانی طالب علم ساتھیوں کو بھی یاد ہو گا کہ سزائے قصاص کا ایک سعودی مجرم حرم شریف کے باہر پولیس کی سیاہ رنگ کی بند گاڑی میں لایا گیا (واضح ہو کہ سعودی عرب میں جسمانی سزائیں بر سر عام دی جاتی ہیں۔ جن میں سزائے موت بھی شامل ہے اور اس طرح سزا کا حقیقی مقصد پورا ہو جاتا ہے اور لوگوں پر دہشت طاری ہو جاتی ہے اور اُسی مجمع عام میں لوگ کانوں کو ہاتھ لگاتے دیکھے گئے ہیں) نماز جمعہ کے بعد قصاص کا منظر دیکھنے کے لیے لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔

پولیس نے کنگ عبدالعزیز گیٹ کے سامنے والی سڑک پر صف بندی کر لی اور مجرم کے اردگرد ۵۰ فٹ کے فاصلے پر گھیرا ڈال لیا گیا۔ مجرم کو سڑک پر ہاتھ پشت پر باندھ کر بٹھایا گیا۔ ہزاروں افراد حرم پاک کی بالائی منزل، شوبرا ہوٹل، اور قرب و جوار کی عمارتوں اور سڑک پر کھڑے ہو کر سزائے قصاص کا منظر دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے۔ قاضی نے آیات قصاص تلاوت کیں۔ مجرم کا نام لیا اور اُس کے ارتکاب جرم اور عدالتی فیصلے کا ذکر کیا۔ اور جلاد کو سر قلم

کرنے کا حکم دے دیا بطحا "ریت" کا ڈھیر مجرم کے قریب تھا تاکہ بہنے والے خون پر نفاذِ سزا کے بعد ریت پھینکی جا سکے۔ بنگالی مزدور بیلچے لے کر تیار کھڑے تھے، موت اور مجرم کے درمیان، چند سیکنڈ کا فاصلہ تھا، جلاد تلوار لہراتا ہوا آیا۔ قریب تھا کہ وہ گردن پر وار کر دیتا اچانک فضا میں ایک ہاتھ بلند ہوا، اور مقتول کے وارثوں میں سے ایک نے کہا "سامحناہ" ہم نے اس مجرم کو معاف کر دیا۔ بس پھر کیا تھا، نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ لوگوں نے معاف کرنے والے کا منہ چومنا شروع کر دیا۔ مجرم کو مبارک سلامت ملنے لگی اور وہ شخص جو جیل والوں کی سیاہ رنگ کی گاڑی میں حرم کے دروازے پر صرف اور صرف گردن کٹوانے کے لیے لایا گیا تھا اور جس کی قبر بھی تیار ہو چکی تھی اور جس کے خون پر مٹی ڈالنے کے لیے مزدور بیلچے لیے تیار کھڑے تھے، معافی کی آواز سے اُسے حیاتِ نو مل گئی، وہ تلوار کی دھار کے نیچے سے نکل آیا اور یوں اخوتِ اسلامی، محبت انسانی، اور شفقت کا ایک عمیق اور گہرا تاثر لوگوں کے دلوں پر ثبت ہو گیا۔ لوگوں کی آنکھوں میں اس منظر سے خوشی کے آنسو چھلک پڑے۔ یہ ہے اسلامی قانونِ قصاص کا وہ ہمہ گیر اثر "قاتل" کی گلوخلاصی بادشاہ کے ہاتھ میں نہیں بلکہ مقتول کے مظلوم وارثوں کے ہاتھ میں ہے، اخوت و محبت کے اس طرح کے مناظر کسی خطبے یا تقریر سے پیدا نہیں ہو سکتے۔ جو اس طرح کی عملی مظاہرے سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اگر پاکستان میں بھی اسی طرح مجرموں کو سرِعام سزائیں دی جائیں تو اس سے نہ صرف جرائم میں معتدبہ کمی ہو گی بلکہ سزائے قصاص پانے والے کئی مجرم مقتول کے ورثا کی معافی کی عظیم نعمت سے مستفید ہو سکتے ہیں جب کہ موجودہ طریقہ سزا میں مقتول کے وارثوں سے قطعاً کوئی رابطہ نہیں رکھا جاتا۔ صرف قاتل کے اقارب آخری ملاقات کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ اور پھر "بلیک وارنٹ" اُسے موت کی نیند سلا دیتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس طریقہ کار کو تبدیل کیا جائے تاکہ صحیح اسلامی جذبہ کی عکاسی کے لیے سزاؤں کا نفاذ ہو، مجھے اُمید ہے کہ اربابِ حکومت اس امر پر غور کریں گے اور نفاذِ سزائے موت کا اسلامی طریقہ اپنانے کے لیے قواعد میں فوری تبدیلی کریں گے۔